

# سید احمد شہبز

کی نمایاں دعویٰ خدمات اور امتیازی خصوصیات

از  
احمد رضی رکن الدین

ناشر  
ابو الحسن اسلام ک اکیڈمی، بھٹکل

باراول

۱۴۳۳-۱۴۱۲ء

نام کتاب : سید احمد شہیدؒ کی نمایاں دعویٰ خدمت اور امتیازی خصوصیات  
مصنف : احمد رضی رکن الدین  
ناشر : مجلس صحافت و نشریات، جامعہ اسلامیہ، بھٹکل  
صفحات : ۱۱۷ / ۱۱۸  
تعداد : ۱۰۰۰

--- ﴿ ملنے کے پتے ﴾ ---

علی ایجو کیشنل بک ہاؤس، مدینہ کالونی، بھٹکل  
مکتبہ الشاب العلیہ لکھنؤ

# فہرست مضمون

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ	۵
۲	تقریظ	۸
۳	پیش لفظ	۱۱
۴	دین اسلام کے تحفظ کا خدا کی وعدہ اور غیری انظمامات ...	۱۵
۵	تیر ہو یں صدی ہجری میں ملت اسلامیہ ہند کی نہبی ...	۱۷
۶	سید احمد شہیدؒ کی آمد ناز، ہندوستان میں صحیح نوکی نویں ...	۱۹
۷	سید صاحبؒ کی سیرت پر اجمانی نظر	۲۱
۸	سید احمد شہیدؒ کی نمایاں دعوتی خدمات	۲۸
۹	توحید و سنت کا فروغ	۳۰
۱۰	بدعات سیدہ اور رسم قیچیہ کی بخش کنی	۳۱
۱۱	فریضہ حج کا احیاء	۳۳
۱۲	امامت اور جہاد کی تجدید اور حقیقی اسلامی ریاست کی تشکیل	۳۳

۳۷	ملت اسلامیہ ہند کی مذہبی، تعلیمی اصلاح اور انگلی ...	۱۳
۴۰	سید صاحبؒ کی امتیازی خصوصیات	۱۴
۴۱	مزاج نبویؐ سے عقلی، فکری اور طبعی مناسبت	۱۵
۴۷	ایک صاحب دل صوفی، ایک سر بکف مجاہد	۱۶
۴۹	جو ہر شناسی اور غیر معمولی تنظیمی صلاحیت	۱۷
۵۰	دنیی غیرت اور شرعی حمیت	۱۸
۵۱	ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز	۱۹
۵۵	مراجع و مصادر	۲۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## مقدمہ

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى اما بعد!  
 تیہوں صدی ہجری کی شخصیتوں میں جنہوں نے اسلامی اخلاق و  
 کردار کو امت مسلمہ میں اجاگر کرنے کی کوشش کی، ان میں حضرت سید احمد  
 شہیدؒ کا نام نامی صرف ممتاز ہی نہیں، بلکہ نہایت کامیاب و جدو جہد کا حامل  
 ہے وہ ہندوستان کے اس عہد میں پیدا ہوئے جب اسلامی ذہن اور اخلاق  
 و کردار میں گراوٹ کی حالت میں آگیا تھا اور علماء کرام بھی اپنے محمد و د مقامی  
 دائروں میں رواجی انداز میں مصروف عمل تھے۔ اس صورت حال کے مشاہدہ  
 سے حضرت سید احمد شہیدؒ ایسے متاثر ہوئے کہ ملکہ جدو جہد کو انہوں نے اپنا  
 مقصد بنا لیا اور انہوں نے اولاً اپنے وقت کے ممتاز اور عظیم علمی و دینی شخصیت  
 خاتم الحمد ثین حضرت شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے جا کر فیض  
 حاصل کیا اور اس استفادہ سے ایسا اثر لیا کہ انکی شخصیت روحانی و علمی حیثیت  
 سے ایک انقلابی شخصیت کی صورت اختیار کر گئی۔ انہوں نے اولاً مسلمانوں

میں دینی اصلاح اور اسلامی بیداری کیلئے دورے کیے اور پرا شر انداز میں لوگوں کی زندگیوں میں دینی کیفیت اور صلاح پھیلانے میں بڑی کامیابی حاصل کی اور مسلمانوں کی زندگیوں میں بعض سنتیں بالکل متروک ہو گئی تھیں انکا احیاء کیا، جن میں خاص طور میں نکاح بیوگان اور ادائیگی فریضہ حج کا عمل نمایاں رہا، حج متروک ہو چکا تھا اسکو اپنے رفقاء کے ساتھ اس طرح شروع کیا کہ لوگوں کے ذہن میں حج کی استطاعت نہ ہونے کا جو زہن بنا ہوا تھا وہ ختم ہوا۔ وہاں سے واپسی پر انہوں نے عمل جہاد کے سلسلے میں جواہیت عہد نبوی میں ظاہر کی گئی اس کو فریضہ سمجھتے ہوئے انجام دینے کا بیڑا اٹھایا اور اپنے تعلق والوں میں جہاد کا جذبہ اور اس کے لائق تربیت اور مشق کا نظام اختیار کیا پھر ان کو لیکر ہندوستان کے آزاد علاقہ کا سفر کیا اور وہاں سے اس نظام کو جاری کیا جس میں کامیابی بھی ہوئی اور اسکی مثال اپنے تعلق والوں میں قائم کر کے جام شہادت نوش کیا۔ ان کی مختلف النوع کوششوں سے ہندوستان میں اسلامی انقلاب پیدا ہوا، لاکھوں انسانوں کی اصلاح ہوئی اور ہزاروں لوگ اسلام میں داخل ہوئے، ان کے بعد انکے مریدین نے تعلیم اور اصلاح کے میدان میں طویل مدت تک ہندوستان کے مختلف گوشوں میں کارنامہ انجام دیا، اس طرح ایک اسلامی انقلاب وجود میں آیا جس کا فیض مدتیں جاری رہا، جوانگے مریدین کے بعد آنے والی نسل تک اپنا اثر ظاہر کرتا رہا، اس طریقہ سے حضرت

سید احمد شہیدؒ نے تجدید دین کے تاریخ میں ایک غیر معمولی انقلاب پیدا کر دیا اور وہ اپنی صدی کے ظیم مجدد ثابت ہوئے۔

عزیزی احمد رضی رکن الدین بھٹکلی نے حضرت سید احمد شہیدؒ کی زندگی کے امتیازی پہلو کو بڑے مطالعہ اور اہم مراجع سے فائدہ اٹھا کر اس کو مقامے کی شکل میں تیار کیا ہے، جس پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت سید احمد شہیدؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، باوجود طالب علمی کی منزل میں ہوتے ہوئے انہوں نے یہ مقالہ تیار کیا، یہ انکی اچھی استعداد کا اچھا نمونہ ہے امید ہے کہ یہ طلباء کیلئے معلومات افزائناں کی وہنی تشكیل کے سلسلے میں سودمند ثابت ہوگا۔ میں اس پر اپنی قدر دانی کا اظہار کرتا ہوں۔

امارت شرعیہ پھلواری شریف پشنہ

۱۸ اربيع الثاني ۱۴۳۳ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## تقریط

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد !  
 اسلام کو جب جب جیسے افراد کی علمی سطح پر یا مقامی سطح پر ضرورت  
 ہوئی تو وہ افراد سامنے آگئے اور انہوں اپنی صلاحیتوں کا پورا ثبوت پیش کیا، اور  
 دین و ملت کو جو ضرورتیں تھیں انکو پورا کیا، استبدادی طاقتوں اور استعماری نظام  
 نے اسلام کی وحدت کو جب جب چینچ کیا، اور اس میں دراڑڈا لئے کی کوشش کی  
 تو ایسے مردان غیب سامنے آگئے کہ دشمنان اسلام کے منصوبے ناکام ہوتے  
 چلے گئے، اللہ تعالیٰ انسانوں ہی میں سے انسانوں کی رہنمائی کے لئے افراد  
 پیدا کرتا اور بھیجناتا ہے اور انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ یہ کام انجام پاتا رہا،  
 خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین،  
 صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہیدین، محدثین و فقہاء اور قائدین و مصلحین اور ہر دور  
 میں مجددین اور مجاہدین و فاتحین کے ذریعہ یہ خدمت انجام پاتی رہی، جب  
 دوسرے ہزارے کا آغاز ہوا تو دنیا کی امامت و قیادت سر زمین ہند کے حصہ میں

آئی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد بن عبدالاحد سہندي (۱۰۳۲ھ-۱۷۹۱ھ) کو اللہ نے کھڑا کیا، پھر اسکے بعد ہندوستان کے دارالسلطنت سے حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۱۳ھ-۱۷۶۲ھ) کھڑے ہوئے اور انکے جانشین ان ہی کے صاحبزادگان ہوئے پھر اسی مدرسہ ولی اللہی سے تربیت حاصل کر کے خانوادہ علم اللہی کے چشم چراغ و گل سر سبد امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہیدؒ (۱۲۳۶ھ-۱۲۰۱ھ) کو اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا، جہاد و عزیمت، معرفت ولہیت کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ کے جذبہ سے سرشار ہو کر شرک و بدعت اور فتن و معصیت کی گرم بازاری کو مناثتے ہوئے آگے بڑھے، اور معاشرہ میں بڑا اصلاحی انقلاب برپا کر دیا، ہزاروں لاکھوں لوگ برائیوں سے تائب ہوئے، اور ہزاروں لوگ ایمان سے مشرف ہوئے، پھر خلافت راشدہ کے نجح پر حکومت قائم کرنے کیلئے منصوبہ تیار کیا اور اسکیمیں انکو مقابله و معركہ میں قربانی دینی پڑی اور زمین کے کچھ حصہ پر اس سلسلہ میں کچھ کامیابی بھی ملی مگر اللہ نے شہادت مقرر فرمائی تھی اور اس سے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیۃ کو مر بوط کر دیا تھا، چنانچہ اسلامی نشاۃ ثانیۃ ہوئی اور مسلمان ہر میدان میں آگے بڑھتے چلے گئے۔

عزیز گرامی مولوی حافظ احمد رضی رکن الدین سلمہ نے اس سلسلے میں جو مقالہ تحریر کیا، وہ سابقی نوعیت کا تھا، لیکن اتنا اچھا تھا کہ اس سے سب سے ممتاز

قرار دیا گیا، اور یہ اب رسالہ کی شکل میں سامنے آ رہا ہے اور یقیناً ”بقامت کہتر بقیمت بہتر“ کا صحیح مصدقہ ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اسکے نفع کو عام کرے اور انکے لئے اور انکے والدین و اساتذہ اور مادر علمی کیلئے صدقہ جاری یہ کرے۔

محمود حسن حنفی ندوی

نائب مدیر تعمیر حیات، لکھنؤ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## پیش لفظ

دور اول سے لیکر اب تک جب بھی کوئی قوم، یا کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے دریغ کر جاتی ہے، تب اللہ تعالیٰ اس قوم کی صحیح رہنمائی و رہبری اور دین اسلام کے تحفظ کیلئے کسی ایسے مجد و اور مصلح کو بھیجتے ہیں جو اس قوم کی ڈگنگاتی کشتوں کو مجدد ار سے نکال کر ساحل سمندر تک پہنچادے، یہ سنت الٰہی ازل سے اب تک قائم رہی ہے اور تابد قائم رہنے والی ہے اس بات کا وعدہ خود رب العالمین نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ”وَمَنْ أَصْدَقَ مِنَ اللَّهِ قِيلًا“، ہندوستان کا حال بھی اسلامی ہجری میں انہتائی افسوس ناک اور ناگفتہ بہ تھا، سیاسی، مذہبی، علمی اور دینی ہر اعتبار سے زوال کے آخری حد تک پہنچ چکا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے اپنی ازلی سنت کے مطابق مسلمانان ہند کی چکو لے کھاتی کشتوں کو زوال و انحطاط کے ہنور سے نکالنے کیلئے خانوادہ علم اللہی کے عظیم سپوت مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید کی قیادت میں مخلصین و صادقین کی ایک ایسی جماعت پیدا کی، جو ملت اسلامیہ کی اسلامی زندگی کیلئے مسیح انس

ثابت ہوئی، چنانچہ اس بندہ خدا کے جہد مسلسل اور اسکی تربیت یافتہ جماعت کے اخلاق اور عمل پیغم سے ہندوستان کے خزان رسیدہ چمن میں نئی بہار آگئی، دلوں کی سرد انگلی ٹھیاں گرم ہو گئیں اور برسوں کے سوئے ہوئے نہ صرف یکا یک بیدار ہو گئے بلکہ دوسروں کو جگانے والے بن گئے، بالفاظ دیگر جو خود مردہ تھے وہ دوسروں کے لیے مسیحانہ بن گئے، چنانچہ انکی مبارک آمد سے ایک نئی صبح کا آغاز ہوا اور اسکی روشنی سے سارا ہندوستان جگمگا اٹھا، اس سلسلے میں ہم علامہ سید سلیمان ندویؒ کا ایک اہم اور قیمتی اقتباس یہاں نقل کرتے ہیں ”تیر ہویں صدی کا آغاز تھا کہ اس خاندان میں چودھویں کا چاند طلوع ہوا اور چند سال کے بعد یہ چاند مجاہد و عرفان کا آفتاب بن گیا“ ہر چند کہ یہ آفتاب عالمتاب بہت جلد غروب ہو گیا لیکن اسکی روشنی اور تمازت سے بعد میں آنے والی نسلیں بھی فیضیاب ہوتی اور گرمی حاصل کرتی رہیں۔

مجد دعصر حضرت سید احمد شہیدؒ کی پوری زندگی دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تجدید کیلئے وقف تھی، آپ نے ۲۵ سال کی مختصر عمر میں جو خدمات انجام نہ دے شاید ایک پوری جماعت مل کر بھی اتنی مختصر عرصہ میں وہ خدمات انجام نہ دے پاتی، سید صاحب کی دعوتی خدمات کا دائرہ بہت وسیع اور انکی نوعیتیں مختلف تھیں، لیکن سید صاحبؒ نے اپنی زندگی خصوصاً توحید و سنت کے فروغ اور بدعت سینہ ور سوم قیچ کی نجخ کرنی کے لئے وقف کی تھی، حضرت سید احمد شہیدؒ کی

ذات گرامی گوناگوں امتیازات و خصوصیات کی حامل اور مختلف فضائل و مناقب کے جامع تھی، اس میں کوئی شک نہیں کہ سید صاحب مسجمنما شخصیت بڑی پہلو دار، جامع الکمالات اور فی کل سنبلاة ما فہ حبة کی مصدق تھی، مزاج نبوی ﷺ سے عقلی، فکری اور طبعی مناسبت اس قدر تھی کہ آپ کی رفتار، گفتار، کروار، انداز فکر، مزاج، اخلاق حتیٰ کہ طریقہ و تدیر اور ترتیب عمل تک میں سنت نبوی کی چھاپ اور آفتاب نبوت کا پرتو نظر آتا ہے۔

ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے شکر گذار ہیں جس نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے سیرت سید احمد شہیدؒ کے عنوان پر کچھ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی، وما توفیقی الا بالله، مزید یہ کہ اس نے مجھے اس مقابلہ میں اول مقام سے سرفراز فرمایا جو کل ہندستان پر ہمارے وطن بھٹکل (کرناٹک) میں منعقد ہوا تھا، - ذلك فضل الله يُوتِيه من يشاء، اسکے بعد ہم اپنے والدین کے شکر گذار ہیں جنکی دعاوں کا یہ نتیجہ و ثمرہ ہے، ہم اس کے بعد پھر حضرت مولانا سید محمد رابع حسني ندوی دامت برکاتہم کا تہہ دل سے شکر گذار ہیں کہ جنہوں نے اپنی بے انہما مصروفیات کے باوجود اس کتابچہ کے لئے بے حد مفید مقدمہ عنایت کیا، اس کے ساتھ ساتھ مولانا محمود حسني ندوی صاحب مدظلہ العالی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس کتابچہ کے لئے تقریبی کلمات عنایت فرمائے، اسی طرح مادر علمی جامعہ اسلامیہ، اور مولانا ابو الحسن اسلامک

اکیڈمی بھٹکل اور پھر سب سے بڑھ کر مولانا الیاس صاحب مدظلہ العالی کا تھہ  
دل سے منون و مشکور ہوں جنہوں نے ”کل ہند مقابلہ سیرت سید احمد  
شہید“ کے عنوان پر مقالہ لکھنے کا ذریں موقعہ مرحمت فرمایا، مزید یہ کہ اول مقام  
حاصل کرنے والے اس مقالہ کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا نظم بھی  
فرمایا، ساتھ ہی ساتھ ان احباب و رفقاء کے بھی گروپ بار احسان ہے جنہوں ن  
نے کسی بھی نوعیت سے اس مقالہ کو مکمل کرنے میں ہمارا تعاون کیا، خصوصاً ہم  
اس موقعہ پر برادرم عزیز چنید الرحمن نعمانی کاشکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں  
جنہوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اس مقالہ کو لکھنے میں ہمارا  
بھرپور ساتھ دیا، اللہ تعالیٰ انکو اجر عظیم عطا فرمائے اور انکے علم میں مزید ترقی عطا  
فرمائے، (امین)

احمد رضی رکن الدین بھٹکلی  
متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ  
۲۰۱۲/۳/۱۲ - ۱۴۳۳/۳/۱۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

سید احمد شہیدؒ کی نمایاں دعویٰ خدمات  
اور ان کی امتیازی خصوصیات  
دین اسلام کے تحفظ کا خدائی وعدہ اور غبی انتظامات  
(واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون)

فانوس بن کے جسکی حفاظت ہوا کرے  
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے  
دنیا میں اسلام ہی اب ایسا مذہب ہیں جو عند اللہ مقبول ہے (ان  
الدین عند الله الاسلام) بقیہ تمام مذاہب و ادیان اللہ کے نزدیک غیر مقبول  
غیر معتبر بلکہ لا شی محض ہیں (ومن یتغیر عن الاسلام دینا فلن یقبل منه)  
اللہ نے اپنے پسندیدہ مذہب یعنی مذہب اسلام کو ایک ابدی و آفاقی اور زندہ  
مذہب کی حیثیت عطا فرمائی ہے، اس کی آفاقیت ارشاد باری تعالیٰ (وما

اُرسلناك الا رحمة للعالمين) سے ظاہر ہے اور اس کی ابدیت و سرمدیت کا  
 انہماً رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِينَ کے اس ارشاد گرامی سے ہوتا ہے (لایزال طائفۃ من امتی  
 ظاہرین علی الحق حتی یأتیہم أمر اللہ،) وین اسلام کو قیامت تک زندہ  
 رہنا ہے، اس لیے کہ اسکی حفاظت کا وعدہ خود رب العالمین نے فرمایا ہے، (انَا  
 نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون) چنانچہ اس کی حفاظت اور تحفظ کے لیے  
 خدا تعالیٰ نے ہر زمانے اور ہر دور میں اس وقت کی ضرورت اور مصلحت کے لحاظ  
 سے مجددین اور مصلحین کو بھیجنے کا انتظام فرمایا ہے، (انَ اللَّهُ يَعْثِثُ لِهَذِهِ  
 الْأُمَّةِ عَلَيْهِ رَأْسُ كُلِّ مَأْةٍ سَنَةٍ مِّنْ يَحْدُدُ لَهَا دِينَهَا) مبہی وجہ ہے کہ اسلام کی  
 طویل تاریخ میں کوئی قلیل سے قلیل مدت بھی ایسی نہیں پائی گئی، جس میں اسلام  
 کی حقیقی دعوت بالکل بند ہو گئی ہو اور تمام عالم اسلام پر اندر ہیرا چھا گیا ہو، یہ ایک  
 تاریخی واقعہ ہے کہ جب کبھی اسلام کے لیے کوئی فتنہ اٹھا، یا اسلام کی تحریف  
 اور اسکو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر کسی نہ کسی ایسی  
 شخصیت کو مبعوث فرمایا جس نے ان حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اور اسلام اور  
 اسکے نظام کو ارض اللہ پر برقرار رکھا، اس بات کی بشارت اور شہادت خود زبان  
 نبوت نے دی ہے (يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عَدُولٍ يَنْفُونَ عَنْهُ  
 تحریف الغالین و انتقال المبطلين و تأویل الجاہلین)

## تیرھویں صدی ہجری میں ملت اسلامیہ ہند کی مذہبی اخلاقی تعلیمی اور سیاسی حالت کا مختصر جائزہ

(ظلمات بعضها فوق بعض)

سفینہ ڈوبے کہ ابھرے جمال کیا کہیے  
ہوا بھی آج مخالف ہے ناخدا بھی نہیں

تیرھویں صدی ہجری میں ہندوستان سیاسی، مذہبی اور اخلاقی حیثیت  
سے زوال کی آخری حد تک پہنچ چکا تھا۔

**سیاسی حالت:** سیاسی صورت حال یہ تھی کہ سارے ہندوستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی یا اسکے حیلفوں کا تسلط تھا اور تمام ریاستیں مختلف امیروں اور حکمرانوں کے زیر اثر تھیں جنھیں وہ اپنے مفادات و مصالح کے لیے استعمال کرتے اور اپنی خواہشوں کی تکمیل کے لیے اپنی رعایا کا استعمال کرتے تھے۔

**مذہبی حالت:** مذہبی حالت یہ تھی کہ ہر طرف شرک و بدعت، باطل رسومات و توهہات اور مشرکانہ عقائد و عادات کا دور دورہ تھا، اسلام کی حقیقی صورت دور دور تک نظر نہیں آتی تھی، عملاً ایک متوازی شریعت وجود میں آگئی تھی، چنانچہ اس دور

کی مذہبی تاریخ کے مطابع سے معلوم ہوتا ہیکہ اسلام کا صحیح تصور تقریباً مفقود تھا۔  
**تعلیمی حالت:** تعلیمی میدان میں بھی مسلمانوں کی نمائندگی صفر تھی، کہیں کہیں علم دین کے چراغ ضرور فروز اس تھے لیکن انکی روشنی اتنی مدد تھی کہ مدارس و خانقاہ سے باہر لوگ اس سے فیض یا ب نہیں ہو سکتے تھے اور عصری علوم میں انکی پسماندگی کا یہ عالم تھا کہ صفات آخريں بھی انکے افراد خالی نظر آتے تھے۔

**اخلاقی حالت:** اخلاقی اعتبار سے اس وقت مسلمانوں کی حالت بعینہ وہی تھی جو قوموں کے انحطاط اور حکومتوں کے زوال کے موقع پر ہوتی ہے، مسلمانوں کی اخلاقی حالت اتنی گرچکی تھی کہ فتن و معصیت کی باقیں آداب و تہذیب میں داخل ہو گئی تھیں اور اس پر علایی فخر کیا جاتا تھا، شراب نوشی کوئی نادر بات نہ تھی، بازاری عورتیں دینی مجالس سے لے کر ادبی محفل تک ہر مجلس کی زینت تھیں، بہت سارے لوگ نکاح میں کسی تعداد بلکہ نکاح کے بھی پابند نہیں تھے، امراء اور متوسط طبقہ کے افراد سے لے کر غرباء تک تعمیش عام تھا، اقبال کی زبان میں گویا (طاوس و رباب آخر) کا دور آچکا تھا اور بس امت اسلامیہ ہند کا جنازہ نکلا ہی چاہتا تھا۔

## سید احمد شہیدؒ کی آمد ناز، ہندوستان میں صحیح نوکی نوید جانفرزا (وهو الذی جعل اللیل والنهار خلفة)

کہیں مدت میں ساقی بھیجا ہے ایسا متانہ  
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا وستور میخا نہ

سطور بالا میں تیرھویں صدی ہجری کے مسلمانان ہند کی مذہبی، سیاسی، تعلیمی اور اخلاقی حالت کا جو مختصر جائزہ پیش کیا گیا اس سے بآسانی یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کی بچکو لے کھاتی کشتنی کو زوال و انحطاط کے بھنوں سے نکالنے کے لیے ایک ایسے اولو العزم، حوصلہ مند، تجربہ کار اور صاحب فہم و بصیرت ناخدا کی ضرورت تھی جسکے دست و بازو تیز و تند ہواں کا رخ موڑنے اور طوفانوں کا مقابلہ کرنے کی بھر پور صلاحیت رکھتے ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ازلی سفت کے مطابق اپنے ایک مخلص بندہ کی قیادت میں مخلصین و صادقین کی ایک ایسی جماعت پیدا فرمادی جو ملت اسلامیہ ہند کی اسلامی زندگی کے لیے مسیحانقلس ثابت ہوئی، چنانچہ اس بندہ خدا کے جہد مسلسل اور اسکی تربیت یافتہ جماعت کے اخلاص اور عمل پیغم سے ہندوستان کے خزان رسیدہ چمن میں نئی بہار آگئی، دلوں کی سرداںگی ٹھیکان گرم ہو گئیں اور برسوں کے سوئے ہوئے نہ صرف یہ کہ یہاں کیکا یک بیدار ہو گئے بلکہ

دوسروں کو جگانے والے بن گئے، بالفاظ دیگر جو خود مردہ تھے وہ دوسروں کے لیے مسیحابن گئے۔ ”تیرھویں صدی ہجری کے ماحول برہم اور دور پر آشوب میں میخانہ کے نظام پر پیشان کی اصلاح کے لیے ساقی عالم نے جس ذات والا تبارک انتخاب فرمایا وہ ہے خانوادہ علم الہی کے عظیم سپوت مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جنکی ذاتِ گرامی مجتمع البحرین تھی، بقول سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ ”مجد درہندی اور مجدد دہلوی کے فضل و کمال اور مجاہدہ و حال کے دو آتشے سے رائے بریلی کے خم کدے میں ایک اور سہ آشٹہ تیار ہوا، یہ سادات حسنی کا خاندان تھا جسمیں مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کا فیض آکر مل گیا تھا“

چنانچہ ان کی مبارک آمد سے ایک نئی صبح کا آغاز ہوا اور اس کی روشنی سے سارا ہندوستان جگنگا اٹھا، علامہ سید سلیمان ندویؒ رقم طراز ہیں ”تیرھویں صدی کا آغاز تھا کہ اس خاندان میں چودھویں کا چاند طلوع ہوا اور چند سال کے بعد یہ چاند مجاہدہ و عرفان کا آفتاب بن گیا“ ہر چند کہ یہ آفتاب عالمت اب بہت جلد غروب ہو گیا لیکن اس کی روشنی و تمثالت سے بعد میں آنے والی نسلیں بھی فیضیاب ہوتی اور گرمی حاصل کرتی رہیں۔

## سید صاحبؒ کی سیرت پر اجمالی نظر (شجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء)

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت

یہ چار عناصر ہو تو بتا ہے مسلمان

سید صاحبؒ کی ولادت ۶ / صفر ۱۳۰۱ھ کو دارہ شاہ علم اللہ ضلع رائے

بریلی کے ایک دیندار اور علمی گھرانے میں ہوئی، والد کا نام سید محمد عرفان اور دادا کا نام سید محمد نور تھا، آپ کا سلسلہ نسب حضرت حسن بن علیؑ سے ملتا ہے، دینی حمیت، دعویٰ خدمات، اصلاحی کارناموں اور تجدیدی کوششوں کے لحاظ سے یہ پورا سلسلہ؎ ”عالیہ چندے آفتاب و چندے ماہتاب“ کی شان رکھتا ہے، ان ہی باکمال ہستیوں میں ایک حضرت سید شاہ علم اللہ بھی ہوئے ہیں جو عہد عالمگیری کے مشہور بزرگ اور صاحب سلسلہ شیخ تھے وہ نہایت متقد اور تبع سنت تھے، حضرت سید احمد شہیدؒ انکی پانچویں پشت میں ہیں، اس طرح گویا اسلامی غیرت و حمیت اور خدمت دین کا جذبہ انہیں اپنے اسلاف سے وراثت میں ملا تھا، آپ چار سال کے ہوئے تو مکتب میں بھٹائے گئے لیکن ہزار کوششوں کے باوجود ادھر طبیعت نہیں لگی، آپ کو بچپن ہی سے مردانہ اور سپاہیانہ کھلیوں کا شوق تھا، خدمت خلق اور رفقا ہی کاموں کا ایسا بے مثال جذبہ تھا کہ بڑی عمر کے لوگ

بھی اس کسن پچے کو رشک و تعریف کی نگاہوں سے دیکھتے تھے، ذکر و عبادت اور دعا و مناجات کا شوق اسکے سوا تھا، اس پر شوق جہاد اور جذبہ سر فروشی متزداد تھا، گویا بچپن ہی سے روشن مستقبل اور ازالی سعادت مندی و فیر و زیختی کے آثار نمایاں تھے، تجربہ شاہد ہے کہ اکثر ارباب عزیمت نے قیمتی کی گود میں پورش پائی ہے اور ماں کے آغوش تربیت اور اسکی دعاء نیم شمی کے سایہ میں ان کی شخصیت کی تراش و خراش ہوئی ہے، چنانچہ سید صاحبؒ کے پدر بزرگوار بھی بارہ سال کی تھی عمر میں انہیں تنہا چھوڑ کر رahu ملک کے عدم ہو گئے، اسی وجہ سے گھر کی بہت کچھ ذمہ داری آپ کے نازک کاندھوں پر تھی، اس احساس ذمہ داری نے اپ کو تلاش معاش کے لیے لکھنؤ پہنچا دیا، لیکن علم یزداںی اور تقدیر الہی میں وہ صرف اپنے گھر کے ذمہ دار نہیں تھے بلکہ ایک ملت کی حفاظت و نگہبانی انکے سپرد کی گئی تھی، چنانچہ تلاش معاش میں لکھنؤ آئے لیکن ابھی چند ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ تلاش حقیقت و معرفت نے انہیں دہلی پہنچا دیا، وہاں خانوادہ ولی اللہی کے چشم و چراغ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے آستانہ مبارک پر پہنچے اور انہی کے ہو کر رہ گئے، چند دنوں کے بعد ایک روز جمعہ کی شب حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے بیعت بھی ہو گئے اور انکی رہنمائی میں باطنی اور روحانی ترقی کے منازل طے کئے، یہ آپ کی زندگی کا نہایت اہم موڑ تھا، یہاں سے آپ کی سرگرمی اور جہاد و کاوش کا رخ یکسر تبدیل ہو گیا کچھ عرصہ کے

بعد سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنے وطن رائے بریلی واپس ہوئے، دوسال وطن میں قیام کیا، اور اسی زمانہ میں خاندانی چچا سید محمد روشن کی صاحبزادی بی بی زہرہ سے آپ کا نکاح ہوا، ۱۹۲۶ھ میں سید صاحب نے دہلی کا دوسرا سفر کیا اور ٹونک کی ریاست کا دہلی سے سفر کر کے نواب امیر خاں کے لشکر میں شامل ہو گئے، امیر خاں ایک بلند ہمت و عالی حوصلہ افغانی لشکر سردار تھے جنہوں نے اپنے سپاہیانہ و مجاہداناہ کارنا موں کی وجہ سے اچھی خاص طاقت اور شہرت حاصل کر لی تھی، سید صاحب کو جس عظیم خدمت کے لیے منتخب کیا گیا تھا یہ گویا اسکی تربیت اور عملی مشق کی خدائی تدبیر تھی کہ آپ امیر خاں کی فوج کے سپاہی بن گئے، اور مکمل چھ سال تک فوج میں جنگی تربیت لیتے اور فوج کی روحانی تربیت کرتے رہے، آپ کی توجہ و محنت اور لگن سے پورا لشکر دعوت و تبلیغ کا وسیع مرکز بن گیا، پھر جب امیر خاں نے حالات کے دباو کی وجہ سے انگریزوں سے صلح کرنی چاہی تو آپ نے ان کو بہت روکا لیکن وہ نہیں مانے، نتیجہ یہ ہوا کہ آپ بدول ہو کر لشکر سے علیحدہ ہو گئے، اس کے بعد سید صاحب نے تزکیہ و اصلاح کے کام کا باقاعدہ آغاز کیا اور تن میں دھن سے اس کام میں لگ گئے، اسی دوران خاندان ولی اللہی کے دو ممتاز عالم اور ما یہ ناز خطیب مولا نا عبد الحمیؒ اور مولا نا اسماعیل شہید آپ سے بیعت ہوئے، ایک کی حیثیت شیخ الاسلام کی تھی تو دوسرے کی

حیثیت ججۃ الاسلام کی تھی، ان حضرات کے اشتراک و تعاون سے آپ کے  
مشن کو بڑی تقویت ملی، پھر مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں بہت سے علماء و  
مشاخچ اور صوفیہ والی اللہ آپ کے دامن فیض سے وابستہ ہوتے چلتے گئے اور  
یہ منظر سامنے آیا کہ ”راہ رو آتے گئے کارواں بنتا گیا“، اس طرح اخلاص عمل کا  
یہ کارواں اللہ کا نام لے کر قرآن و سنت کی روشنی و رہنمائی میں جادہ پیا ہوا اور  
مختلف مقامات اور علاقوں کا دعویٰ و اصلاحی دورہ کیا، درویش صفت مجاهد اور مجاهد  
صفت قلندروں کا یہ مبارک قافلہ جہاں سے گزراباد بھاری اور ابر باراں بن کر  
گزر، جہاں ٹھہرا اہل قافلہ کے انفاس قدیسیہ سے وہاں کی فضا عطر پیز اور  
ماحول معطر و معنیر ہو گیا، سید صاحب خود اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبدالعزیز  
”کی اجازت سے مولانا محمد اسماعیل“ اور مولانا عبدالحی ”کو اپنے ہمراہ لیکر تبلیغی و  
اصلاحی دوروں کے لیے نکلے، سب سے پہلے مظفر نگر و سہانپور کے تاریخی  
قصبات اور مسلمان شرفاء و علماء کے اہم مراکز غازی، الہ  
آباد، کاندھلہ، شامی، تھانہ بھون، نانوئہ، دیوبند، سہارنپور وغیرہ دوسرے  
مقامات اور پھر اپنے وطن رائے بریلی کا رخ کرتے ہوئے ملکیشور  
، پاپوڑ، گجرولہ، امر وہیہ، مراد آباد، رامپور، بریلی، شاہجہاں پور اور دوسرے اہم  
مقامات کا دورہ کیا، پھر دوسرے بہت سے علاقوں کے لوگوں کو اپنے روحانی  
فیوض و برکات سے مستفید کرتے ہوئے آپ اپنے وطن رائے بریلی کے راستے

میں ہی تھے کہ مربی بھائی مولانا سید اسحاق حسنی کے انتقال کی خبر پہنچی، اس آپ کو سخت صدمہ پہنچا اور طعن پہنچ کر بھائی صاحب کی بیوہ کی عدت پوری ہوتے ہی ان سے نکاح کر کے نکاح بیوگان کی سنت کے احیاء کا عملی نمونہ پیش کیا، آپ کے یہ سارے اصلاحی دورے بے انتہاء کامیاب اور نتیجہ خیز ثابت ہوئے، چنانچہ ان کے نتیجہ میں اصل کام کے آغاز کے لیے فضاساز گارا اور زمین ہموار ہو گئی، دراصل ان دوروں کے ذریعہ زرخیز دلوں کی نرم زمین میں تیج ڈال دیا گیا تھا جسے بعد میں شہداء کے خون سے سینچا گیا اور وہ آگے چل کر ایک تناور اور شر آور درخت بنا، اسکے بعد آپ نے طعن میں فیصلہ کن اقدام کے لیے عملی مشق و تربیت کی فکر کی، آپ اکثر اسلحہ لگاتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے اور گھوڑ سواری کی مشق کرتے، جن کو تند رست و تو اناد لکھتے فرماتے یہ ہمارے کام کے ہیں، پیرزادے لوگ ہمارے کام کے نہیں، اس کے ساتھ ساتھ اسی موقع پر کچھ اہم اصلاحی و تجدیدی کام بھی کئے جن کا ذکر کرانشاء اللہ آپ کی عظیم دعویی خدمات کے باب میں آگے آیا گا، اس طرح یہ چھوٹا سا گاؤں بیک وقت ایک آباد و معمور خانقاہ، ایک دینی مدرسہ، ایک تبلیغی مرکز اور فوجی چھاؤنی بننا ہوا تھا، یہ زمانہ بڑے ذوق و شوق، کیف و مستی، لذت و حلاوت اور جفا کشی کا زمانہ تھا، سید صاحبؒ اپنے رفقاء کی اطمینان بخش تربیت کرنے کے بعد و شنبہے / جمادی الاول خری ۱۴۲۳ھ کوان سرفوش اور کفن بردوش مجاہدین کو لے

کر شمال مغرب کی جانب روانہ ہوئے، راستے میں کئی مقامات پر دشمنوں سے مقابلہ ہوا، بعض علاقوں فتح بھی ہوئے اور وہاں صحیح اسلامی بنیادوں پر منصفانہ شرعی حکومت کا قائم عمل میں آیا، ہر چند کے یہ حکومت چند روزہ تھی لیکن اس چند روزہ بہار سے ہر طرف سر بزیری و شادابی پیدا ہو گئی اور وہاں کے باشندگان نے اسلام کے نظام عدل کی برکتوں سے خوب خوب حظ اٹھایا، بہر کیف جب یہ قافلہ مختلف محاذوں پر لڑتا ہوا میدان بالا کوٹ میں پہنچا تو بعض مقامی لوگوں کی غداری سے شہزادہ شیر سنگھ نے ایک بڑی فوج کے ساتھ اس پر اچانک حملہ کر دیا، مسلمان فوج بہت بے جگری سے لڑی لیکن پہلے سے مستعد نہ ہونے کی وجہ سے وہ مناسب جوابی کارروائی کی پوزیشن میں نہیں تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ سکھوں کو فتح نصیب ہوئی، سید صاحب اور بڑے بڑے علماء، مشائخ اور مجاہدین اس معرکہ میں شہید ہوئے، ظاہر بیس لوگ شاید یہ سمجھیں کہ سید صاحب کی تحریک جہاد انہی کے جسد خاکی کے ساتھ میدان بالا کوٹ میں دفن ہو گئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ

جلے، جلکر بجھے چشم صورت میں میں پرواںے

فروزان کر گئے وہ نام لیکن شمع سوزاں کا

۲۳/ ذی قعده ۱۴۲۳ھ کو بالا کوٹ کی سر زمین پر ان مبارک انسانوں کا وہ مبارک سفر تمام ہوا جسکی ابتداء سید احمد شہید نے / جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ کی صحیح اپنے عازیوں کے ساتھ اپنے وطن رائے بریلی سے کی تھی، مگر واقعہ یہ

ہے کہ یہ قصہ یہیں تمام نہیں ہو گیا بلکہ مشہد بالا کوٹ سے ملت اسلامیہ کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوا، ان شہداء کے خون سے حقیقی معنوں میں ایمان کی بہار آئی اور چنستان محمدی ﷺ کی تمام کیاریاں ان کے خون سے برآور ہو گئیں، توحید و سنت کا صحیح مفہوم عملی شکل میں سامنے آیا، شرک و بدعت کے فلک بوس قلعے آن کی آن میں زمیں بوس ہو گئے، غلط اور مجرمانہ قسم کی ہندوانہ تہذیب کے اثرات سے معاشرہ پاک ہو گیا، الغرض ان سرفراوش غازیوں نے بالا کوٹ کی مقدس سر زمین پر اپنی بے لوث قربانیوں کے ذریعہ اسلام کی نشأة ثانیہ کا نجع ڈال دیا ”خدارحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را“

## سید احمد شہید کی نمایاں دعویٰ خدمات (وَأَمَا مَا يَنْفَعُ النَّاسُ فَيُمْكِثُ فِي الْأَرْضِ)

پھونک کر اپنے آشیانے کو  
روشنی بخش دی زمانے کو

چھپھلے باب میں سید صاحب کا جواجمالی سوانحی خاکہ پیش کیا گیا اس میں جا  
بجا ان کی دعویٰ و اصلاحی خدمات اور تجدیدی کوششوں کا تذکرہ بھی ضمناً آیا  
ہے، اس باب میں ہم قدرے شرح و بسط کے ساتھ سید صاحب کی نمایاں  
دعویٰ خدمات کا جائزہ لیں گے۔ واللہ الموفق

مجد دعصر حضرت سید احمد شہیدؒ کی پوری زندگی دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تجدید  
کے لئے وقف تھی، آپ نے ۲۵ سال کی مختصر عمر میں تنہا جو خدمات انجام دیے  
شاپید ایک پوری جماعت مل کر بھی اتنے مختصر عرصہ میں وہ خدمات انجام نہ دے  
پاتی، آپ کی دعویٰ خدمات کا دائرہ بہت وسیع اور ان کی نوعیتیں مختلف ہیں،  
لیکن چونکہ اس مختصر سے مقالہ میں ان کی جملہ دعویٰ خدمات کا احاطہ نہیں کیا  
جاسکتا اس لئے یہاں ہم صرف ان کے ان چند نمایاں کارنا موں کے تذکرہ پر  
اکتفا کریں گے جن کے اثرات بڑے دورس اور نتائج بہت خوش آئند ثابت  
ہوئے، ذیل میں حضرت سید صاحبؒ سے متعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا

سید حسین احمد مدینی کی ایک مختصر مگر جامع تحریر بطور تمہید اور بحثیت ابتدائیہ پیش کی جاتی ہے، جس میں بڑے اختصار اور حقیقت پسندی کے ساتھ ان کی دعویٰ

خدمات کی طرف اشارے کئے گئے ہیں، بعد ازاں ہم مختلف ذیلی عنوانوں کے

تحت ان کی خدمات کا تفصیل سے تذکرہ کریں گے، حضرت شیخ الاسلام

”فرماتے ہیں، ”بلاذر شرقیہ میں تیر ہویں صدی میں اگر کوئی ہستی مجددیت کا مظہر ہو سکتی ہے تو یقیناً حضرت امام الائمه، مرشد الامم، مجی السنۃ، قطب عالم حضرت مولانا سید احمد شہید رائے بریلوی قدس اللہ سره العزیز کی عدیم الغیر ہستی ہے، جس نے جہالت اور گمراہی کی تاریکیوں کو ان دیوار سے نیست و نابود اور اہل سنت و اہل بدعت کی رسم قبیحہ کو اکھاڑ پھینکا، علوم و معارف کے حقائق سے دنیا کی فضائی منور کر دیا، اور عملی سرگرمیوں اور اخلاص ولہیت کی مساعی سے نفوں انسانیت کو منور کر دیا، مسلمانوں میں جو سیاسی نظام ہونا ضروری اور مفید ہے اس کی بنیادیں استوار کر دیں اور وہ حقیقی خدمات ملت بیضاء کی سیاست وغیرہ میں انجام دیں جن کی نظری سلف میں بھی کم پائی جاتی ہے۔“

سید صاحبؒ کی نمایاں دعویٰ خدمات اور اہم اصلاحی کوششوں کو ہم نے پانچ فصلوں میں تقسیم کیا ہے (۱) توحید و سنت کا فروغ (۲) بدعت سینہ و رسم قبیحہ کی نیخ کرنی (۳) فریضہ حج کا احیاء (۴) امامت و جہاد کی تجدید اور حقیقی اسلامی ریاست کی تشکیل کی کوشش (۵) ملت اسلامیہ ہند کی مذہبی و تعلیمی

اصلاح اور ان کی عمومی بیداری و ذہن سازی کی فکر۔  
آنکندہ سطروں میں ہم بہت اختصار کے ساتھ مذکورہ بالاعنا وین پر کچھ عرض  
کریں گے۔

(۱) توحید و سنت کا فروغ:- سید صاحب کی پوری زندگی توحید و سنت  
کے فروغ کے لئے وقف تھی، آپ کی تحریک کا مرکز و محور ہی یہ اعتقاد تھا کہ توحید  
خاص اور سنت صحیح کی حقیقی روح اگر مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں  
واپس آجائے تو پھر ان کی زندگی کا نقشہ ہی بدل جائے، ہندوستان کی تاریخ  
میں توحید کی سر بلندی کے لئے عملی میدان میں جدوجہد کی اس سے بڑھ کر کوئی  
دوسری تحریک منصہ شہود پر نہیں آئی، چنانچہ اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں آپ  
نے مختلف علاقوں کے جو تبلیغی و اصلاحی دورے کئے، ان کی رواداد پڑھنے سے  
معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام دوروں کی اصل روح اور حقیقی مقصد توحید کا فروغ  
اور سنتوں کا احیاء تھا، آپ جہاں گئے تو توحید و سنت کی اہمیت پر زور دیا اور اپنے  
رفقاء سے بھی اس موضوع پر بڑے اہتمام سے وعظ کہلوا یا، یہاں ان دوروں  
کی جزوی تفصیلات اور ان کے ثابت نتائج کے تذکرہ کا موقع نہیں، اس لئے  
ہم ان تفصیلات کو قلم انداز کرتے ہوئے صرف سید صاحبؒ کے ایک اہم  
معاصر اور خلیفہ جلیل القدر عالم حضرت مولانا سید حیدر علی رامپوریؒ کی شہادت  
پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، جو سید صاحبؒ کے حق میں ”و شهد شاهد“

من أهلها،“ کا درجہ رکھتی ہے، وہ فرماتے ہیں۔ ان کی ہدایات کا نور آفتاب کے مثل کمال زور اور شور کے ساتھ بلا د اور قلوب عباد میں منور ہوا، ہر ایک طرف سے سعیدان از لی رخت سفر باندھ کر منزلوں سے آ آ کے اشراک، بدعتات وغیرہ منہیات سے کہ حسب عادت زمانہ خوگر ہو رہے تھے توجہ کر کے توحید و سنت کی راہ راست اختیار کرنے لگے، اور اکثر ملکوں میں خلفاء راست کردار کو جناب موصوفؐ نے دین محمدی کی راہ راست بتا دی، جن کو سمجھ تھی اور توفیق الہی نے ان کی دست گیری کی وہ اس راہ پر چلے۔

(۲) بدعتات سیئہ و رسوم قبیحہ کی بیخ کنی:- صحیح اسلامی روح بیدار کرنے کے لئے ضروری تھا کہ بدعتات و رسومات کا خاتمہ کیا جائے اور زندگی کے ہر شعبہ میں سنت نبوی کے اتباع کا جذبہ ابھارا جائے، عقائد کی اصلاح اور سماجی خرابیوں کا ازالہ احیائے ملت کیلئے از بس ضروری تھا، چنانچہ آپ نے اس اہم کام کی طرف خاطر خواہ توجہ فرمائی اور اپنے عمل پیغم اور جہد سلسل سے بدعتات و رسومات کا قلع قمع کیا، کیونکہ آپ کے سامنے مسئلہ صرف سیاسی اقتدار ہی کی واپسی کا نہیں تھا، بلکہ احادیث و بدعتات میں کھوئی ہوئی امت کی بازیافت کا تھا، چنانچہ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے آپ نے خود بھی کتابیں لکھیں اور اپنے رفقاء کو بھی اس جانب متوجہ فرمایا، ”صراط مستقیم“ اور ”تقویۃ الایمان“ اس سلسلہ کی بے مثال کتابیں ہیں، جنہوں نے مسلمانوں

کی زندگی کا رخ بدل ڈالا، اور اسلامی ماحول میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا، علاوہ ازیں رسومات و بدعتات کے ابطال کی تحریری و تقریری کوششوں کے ساتھ ساتھ آپ نے اس کے لئے عملی اقدامات بھی کئے۔

مثلاً اس دور میں بیواؤں سے نکاح کرنا ناجائز و ناروا اور ایک غیر اخلاقی فعل سمجھا جاتا تھا، آپ نے نہ صرف یہ کہ اس باطل فکر اور بے بنیاد رسم کی قباحت و شناخت کو زبانی بیان فرمایا بلکہ عملًا اپنے بڑے بھائی کی بیوہ سے نکاح کر کے اس غلط ذہنیت کو لوگوں کے دل و دماغ سے بھی اکھاڑ پھینکا۔ گویا اس عمل کے ذریعے ایک غلط جاہلی رسم کے ابطال کے لئے حضرت نبیؐ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی داستان دہرا کر سچے عاشق رسول اور قرع سنت ہونے کا ثبوت پیش کیا، اس باب میں آپ کی دیگر اہم خدمات کا تذکرہ لا طائل طولانی کا سبب ہوگا، اس لئے ہم ان کو نظر انداز کر کے اس باب کا خاتمه بھی ایک جلیل القدر عالم دین اور آپ کے خلیفہ مولانا سخاوت علی جو نپوریؒ کے اس بیان حقیقت ترجمان پر کرتے ہیں۔ ”جیسا کہ ملت ابراہیم علیہ السلام کو مکہ والوں نے بدل ڈالا تھا اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیدھا کیا تھا اور تحریفات کو دور فرمایا تھا ویسا ہی سمجھلوکہ شریعت محمدی کو جاہلوں اور بدعتوں نے بدل ڈالا، اور حضرت مجدد وقت سید احمد شہیدؒ نے ان تحریفات اور بدعتوں کو دفع کیا، اب سلامت دین واہیان اسی خاندان اور

طریقہ محمدیہ میں ہے“

(۳) فریضہ حج کا احیاء:- سید صاحب<sup>ؒ</sup> کی نمایاں دعویٰ خدمات کے بیان میں فریضہ حج کے احیاء کا عنوان بعض لوگوں کو شاید کچھ عجیب سامنے معلوم ہو اور یہ خیال گز رے کہ یہ خدمت کسی باب کے ضمن میں بیان کی جاسکتی تھی، اس کے لئے مستقل عنوان قائم کرنے کی ضرورت نہ تھی، بادیٰ ناظر میں یہ خیال صحیح معلوم ہوتا ہے، لیکن سید صاحب<sup>ؒ</sup> کے زمانہ کے حالات اور اس وقت کی صورت حال کے ناظر میں آپ کی اس عظیم الشان خدمت کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا بلکہ انتہائی نا مساعد حالات اور مختلف ماحول میں اسلام کے ایک اساسی رکن کے احیاء کا غیر معمولی کارنامہ اور سید صاحب<sup>ؒ</sup> کی غیرت ایمانی کا مین شبوت تھا، اس وقت کی صورت حال یہ تھی کہ ہندوستان میں فریضہ حج ایک عرصہ سے متروک تھا، اور بعض علماء نے جن کو علوم عقلیہ میں زیادہ غلو اور انہاک تھا اس بنیاد پر کہ بادیٰ کشتوں پر سمندر کا سفر خطرہ سے خالی نہیں اور ”من استطاع الیه سبیلا“ کے منافی ہے، حج کی عدم فرضیت اور ہندوستانی مسلمانوں کے ذمہ سے اس کے ساقط ہونے کا باضابطہ فتویٰ دے دیا تھا، لیکن غیرت دینی اور فراست ایمانی رکھنے والے اور راتھیں فی الحلم محسوس کر رہے تھے کہ یہ ایک بہت بڑی دینی تحریف اور ایک بڑا فتنہ ہے جس کو اگر بر وقت روکا نہ گیا تو پھر اس کو ختم کرنا مشکل ہو گا، اور اسلام کے اس

عظیم الشان فریضہ اور دین کے اس اہم رکن کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے مستقل تجدید کی ضرورت پیش آئے گی، اور اسلام کے مشکم قلعہ میں ایک ایسا شگاف پڑے گا جس کو بھرنا آسان نہ ہو گا۔

چنانچہ سید صاحب<sup>ؒ</sup> اور آپ کے دونوں رفقاء مولانا عبدالحی<sup>ؒ</sup> بڈھانوی اور مولانا شاہ محمد اسماعیل<sup>ؒ</sup> شہید صاحبان نے علمی اور عملی دونوں طریقوں سے اس فتنہ کے انسداد کی کوشش شروع کی، شب و روز کی جان گسل کوششوں اور دن و رات کی مخلصانہ مختتوں اور دعاؤں سے طویل مدت کے بعد ہندوستان سے حج کو جانے کے لئے چار سو افراد پر مشتمل ایک قافلہ تیار ہو گیا، ان بندگان خدا نے سید صاحب<sup>ؒ</sup> کی معیت میں یہ دشوار گذار اور مشکل ترین سفر طے کر کے حج کا جیسے مقدس فریضہ کی ادائیگی کی، پھر آپ کے اس سفر کی برکت سے حج کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھل گیا اور ایسا کھلا کہ حاجیوں کی تعداد برابر بڑھتی ہی گئی اور اس کے ترک کی داستان ایک داستان پاریہ نہ بن کر رہ گئی جس کی جگہ اب صرف تاریخ کے ایک دور افراط گوشہ یا حاشیہ پر ہے۔

(۲) امامت و جہاد کی تجدید اور حقیقی اسلامی ریاست کی تکمیل کی کوشش:- اسلام کی دینی فکر میں جہاد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، احیائے ملت کے لئے یہ نسخہ اللہ کے صرف وہ بندے استعمال کر سکتے ہیں جنہوں نے پنے لئے جینا چھوڑ دیا ہو، اور جن کی زندگی اور موت اپنے رب کے لئے ہو،

ہندوستان میں اللہ کی راہ میں جہاد کی تلقین اور اس پر عمل کی سعادت سید صاحبؒ کے لئے مقدر تھی، انہوں نے اس تصور کو اس طرح ذہن و دل پر نقش کر دیا کہ مدت توں تک انگریز مدبیرین و مصنفین اور ان کے زیر اثر بعض مسلم علماء اور دانشوران اس تصور کو ذہن سے مٹانے کی ناکام کوششیں کرتے رہے، حضرت سید احمد شہیدؒ نے کلکتہ سے لے کر بالا کوٹ تک جہاد کا ایسا جذبہ اور ولہ پیدا کر دیا تھا جسے وقت کے طوفانوں اور تیز و تند آندھیوں سے سرد نہیں کیا جاسکتا تھا، ان کی نگاہ کی یہ تاثیر تھی کہ جس کی طرف دیکھ لیا وہ دار و رسان کی تمنا میں اپنے روز و شب بسر کرنے لگا، اسلامی ہند کی تاریخ میں کوئی اسلامی تحریک ایسی نمودار نہیں ہوئی تھی جس کا دائرہ اثر و نفوذ اتنا وسیع ہوا اور جس نے ہر چھوٹے بڑے کے دل کو جذبہ جہاد سے گرم دیا ہو، گویا سید صاحبؒ نے اپنی مخلصانہ کوششوں سے ملت اسلامیہ ہند کو اس ذلت و نکبت اور انحطاط و زوال سے بچالیا جو جہاد کو ترک کرنے کا لازمی نتیجہ ہے۔ ”ما ترك قوم الجهاد في سبيل الله إلا ضربهم الله بالذل“ (الحدیث: بحوالہ الدر المختار ۲۲۰)۔ آپ کی یہ جدوجہد جہاں گیری اور کشور کشائی یا مال غنیمت کے حصول کے لئے نہیں تھی، بلکہ مخصوص اعلاء کلمۃ اللہ اور صحیح اسلامی نظام حکومت کے قیام کے لئے یہ تمام جدوجہد اور محنت و قربانی تھی، آپ نے سرحدی علاقہ میں جو حکومت کا نظام قائم کیا تھا اس کا مقصد اسلامی نظام حیات کا ایک نقشہ پیش کرنا

تحا، انہوں نے امام ابن تیمیہ کی اس ہدایت پر عمل کیا تھا کہ امام کے بغیر مسلمانوں کی زندگی غیر ملکی تسلط کے زمانہ میں منظم نہیں ہو سکتی، یوں تو مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں سینکڑوں خاندان اور بے شمار حکمران اقتدار کے حامل بنے لیکن وہ گوشہ جہاں سید صاحب<sup>ؒ</sup> نے اپنی تحریک کو منظم کرنے کے لئے اسلام کا سیاسی نظام نافذ کیا تھا وہ اسلام کا پہلا حقیقی قدم تھا جو اس سرز میں پر رکھا گیا، اس سے پہلے ہندوستان کے کسی اور حصہ میں اور تاریخ کے کسی اور دور میں قروں اولیٰ کا نظام حیات اس طرح ایک زندہ حقیقت کے طور پر چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ارض الہند کا یہ چھوٹا سا نکڑا زمان و مکان کی ساری بندشوں کو توڑ کر عہد صحابہ<sup>ؓ</sup> سے جاملا ہو، اپنی اس بحث کا اختتام بھی ہم ایک دور میں اور صاحب بصیرت سیاسی و دینی رہنما مولانا ابوالکلام آزاد کی اس چشم کشا تحریر پر کرنا چاہتے ہیں جس میں انہوں نے شاہ ولی اللہ<sup>ؒ</sup> اور سید احمد شہید<sup>ؒ</sup> کی دعوتوں اور کوششوں کا موازنہ کر کے اپنا بے لائگ تحریر پیش کیا ہے، مولانا موصوف رقم طراز ہیں ”حضرت شاہ ولی اللہ<sup>ؒ</sup> کا مقام ہر رنگ میں کس درجہ جامع و کامل ہے، باس ہمہ یہاں جو کچھ ہوا، وہ تجدید و تدوین، علوم و معارف اور تعلیم و تربیت اصحاب تک محدود تھا۔ اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ فعلاً عمل و نفاذ اور ظہور و شیوع کا پورا کام کسی دوسرے ہی مردمی دیال کا منتظر تھا۔ اور معلوم ہے کہ توفیق الہی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامہ محمد سید

احمد شہید کے لئے مخصوص کر دیا تھا، خود حضرت شاہ صاحبؒ کا بھی اس میں حصہ نہ تھا، اگر شاہ صاحبؒ بھی اس وقت ہوتے تو انہی جھنڈے کے نیچے نظر آتے۔

(۵) ملت اسلامیہ ہند کی مذہبی و تعلیمی اصلاح اور ان کی عمومی بیداری و ذہن سازی کی فکر:- تاریخ شاہد ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کی ساری مذہبی، سیاسی اور اصلاحی تحریکیں سید احمد شہیدؒ کے گرد جمع ہو گئی تھیں اور اسلامی ہند کا مرکز شغل ان کی طرف منتقل ہو گیا تھا، کیونکہ آپ کے پیش نظر صرف یہ نہ تھا کہ ملک کے کسی خطہ میں ایک اسلامی ریاست قائم ہو جائے بلکہ آپ ایک بلند نصب العین اور ہمہ گیر مقصد کے لئے میدان عمل میں آئے تھے، آپ مسلمانوں میں فکری بلندی، تعلیمی بیداری، سیاسی شعور، صحیح دینی فکر، احساس ذمہ داری، خود شناسی و خود داری، الغرض ایک ایسا وسیع و ہمہ گیر انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے جس کے ثابت اثرات اور خوش آئند نتائج بہت مفید اور دروس ہوں، چنانچہ آپ نے اس مقصد کے لئے تمام ممکنہ وسائل استعمال کئے اور ہر ممکن قربانی دی، وقتی طور پر سید صاحبؒ کو ظاہری ناکامی ضرور ہوئی لیکن ان کی تحریک نے سرفروشی و ذمہ داری کا جو جذبہ پیدا کر دیا تھا وہ ایک عرصہ تک قلب و جگر میں سوزش و حرارت پیدا کرتا رہا، چنانچہ مسلمانان ہند کی موجودہ بہتر صورت حال اور عمومی بیداری جو آج ہمیں نظر آ رہی ہے اس میں آپ کی تحریک اور مخلصانہ کوششوں کا بڑا حصہ

ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ع  
”یہ سب پوادنہیں کی لگائی ہوئی ہے“

تو شاید مبالغہ نہ ہوگا، یہاں ہم اپنے اس جرأۃ مندانہ تبصرہ کی تائید میں  
مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ کا وہ اقتباس پیش کرنا  
چاہتے ہیں جس میں انہوں نے بڑے پر زور انداز میں سید صاحب کی تحریک  
کے کارناموں اور کامیابیوں کا تذکرہ فرمایا ہے ”حضرت سید احمد شہیدؒ نے اس  
تحقیقی برا عظیم میں جس عظیم اسلامی تحریک کی رہنمائی کی، اس کی نظیر جامعیت،  
قوتِ تاثیر اور اسلام کی اولین دعوت اور طریقہ نبوت سے قرب و مناسبت میں  
نہ صرف تیرہویں صدی میں ہمیں نظر نہیں آتی ہے، جو اس کا عہد ہے بلکہ  
گذشتہ کئی صدیوں میں بھی اس جیسی ایمان آفرین تحریک اور صادقین و مخلصین  
کی ایسی مربوط و منظم جماعت کا کوئی سراغ نہیں ملتا، وہ عقائد و اعمال کی صحیح،  
افراد کی تربیت، وعظ و تبلیغ اور جہاد و سرفوشوی کے وسیع و طویل حاذ پر جس طرح  
سرگرم عمل رہے اس کا اثر صرف ان کے میدان کارزار اور ان کی معاصر نسل  
تک محدود نہ رہا بلکہ اس نے آئندہ نسل، اپنے بعد آنے والے اہل حق،  
اصحابِ دعوت اور دین کے علمبرداروں اور خادموں پر گھرے اور دیر پانوقوش  
چھوڑے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں دینی کتابوں کی تصنیف و تالیف  
اور ترجمہ و نشر و اشاعت کی جدید تحریک انہیں کی کوششوں کی رہیں منت

ہے۔ مسلمانوں کی دینی و سیاسی بیداری بالواسطہ یا بلاؤ اس طاسی دعوت و تحریک کا نتیجہ اور شرہ ہے، جس نے مسلمانوں کی خوابیدہ صلاحیتوں کو اچانک بیدار کر دیا اور ان کے اعصاب اور احساسات کو چھپھوڑ کر رکھ دیا، اس تحریک کے اثرات علم و ادب، فکر اسلامی اور زبان و اسالیب زبان پر بھی پڑئے۔

مذکورہ بالا تجزیہ سے جہاں ایک طرف سید صاحب کی تحریک کے دورس اثرات پر روشنی پڑتی ہے وہیں دوسری طرف ان کی ایک عظیم الشان نمایاں دعوتی خدمات کا اجمالي نقشہ بھی ہمارے سامنے آ جاتا ہے، لہذا ہم اسی بصیرت افروز تحریر پر سید صاحب کی نمایاں دعوتی خدمات کے باب کا اختتام کرتے ہیں۔

## سید صاحبؒ کی امتیازی خصوصیات (یهدی اللہ لنورہ من یشاء)

تجھ سے ہوا آشکار بندہ مومن کا راز  
اس کے دنوں کی تپش اس کی شبوں کا گداز

حضرت سید احمد شہیدؒ کی ذات گرامی گونا گوں امتیازات و خصوصیات کی حامل اور مختلف فضائل و مناقب کی جامع تھی، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سید صاحب کی مجzenما شخصیت، بڑی پہلو دار، جامع الکمالات اور ”فی کل سنبلة مائة حبة“ کی مصدق اتھی، لیکن آپ کا ہر رنگ اتنا کامل اور ہر پہلو ایسا روشن تھا کہ جدھر دیکھو ”جا بینجا است“ کی شان نظر آتی ہے، یہاں سید صاحب کے جملہ اوصاف و کمالات کا احاطہ مقصود نہیں، اس لئے ہم صرف آپ کے ان امتیازی خصائص کا ذکر کریں گے جو آپ کو دیگر مفکرین و مجددین اور مصلحین و مبلغین سے ممتاز کرتے ہیں، یوں تو سید صاحب کی خصوصیات کی فہرست بڑی طویل اور رنگارنگ ہے، لیکن آپ کے اخلاق و اوصاف کا مرکزی نقطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت تامة اور مزاج نبوی سے طبعی و ذوقی اتحاد ہے، لہذا سب سے پہلے ہم سید صاحب کی زندگی کے اسی امتیازی پہلو پر قدر تفصیل سے گفتگو کریں گے، کیونکہ اسی ایک پہلو سے آپ کی زندگی کے

دوسرے تمام پہلو روشن ہیں، اور اسی خصوصیت سے دیگر اوصاف و خصائص ناشی ہیں، اس کے بعد ہم بعض دوسری مابہ الامتیاز خصوصیات کا کسی قدر اختصار کے ساتھ تذکرہ کر کے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ کی فیصلہ کن تحریر پر اس مقالہ کا اختتام کریں گے۔ والله ولی التوفیق ونعم الوکیل

(۱) مزاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقلی، فکری اور طبیعی مناسبت: کچھ لوگ اتنے ہم مزاج، ہم مذاق اور ہم رنگ ہوتے ہیں کہ ان کی طبیعتیں بالکل ایک سانچے میں ڈھالی ہوئی اور ان کے مزاج ایکدم ایک دوسرے کا چرہ بہ معلوم ہوتے ہیں، وہ باہم اس قدر ہم آہنگ اور شیر و شکر ہو جاتے ہیں کہ سرسری نگاہ سے دیکھنے والے ان کے درمیان امتیاز نہیں کر پاتے اور ”من دیگرم تو دیگری“ کا فرق سرے سے مت جاتا ہے، اس طبیعی و ذوقی اتحاد و انسجام کی اعلیٰ ترین مثال، ہمیں عہد نبویؒ میں ملتی ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور اقدسؐ اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان اس قدر مناسبت اور قربت تھی کہ غار حرام میں پہلی وجہ کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طبیبہ اور عادات حسنة کا نقشہ حضرت خدیجہؓ نے جن الفاظ میں کھینچا تھا، ترتیب کی تبدیلی کے ساتھ بعضہ ان ہی الفاظ میں بحیرت جب شہ کے موقع پر اہن وغنا نے حضرت ابو بکرؓ کے اوصاف و عادات کا تذکرہ کیا تھا، ”إنك لتصل الرحم وتحمل الكل وتکسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نواب الحق“ یہ وہ

او صاف جمیلہ ہیں جن کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ دو نوں کے حق میں ان کے قریب ترین افراد نے دی ہے، مزاج کی اس باہمی مناسبت نے ان دونوں حضرات کو اس قدر قریب اور ”من تو شدم تو من شدی“ کا حقیقی پیکر بنادیا تھا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ ہجرت کر کے مدینہ کے قریب پہنچنے تو استقبال کے لئے آنے والے یہ تمیز نہیں کر پا رہے تھے کہ ان دونوں میں کون خادم ہے کون مخدوم، چنانچہ ان کی اس الجھن کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو گئے اور حضورؐ کے سر مبارک پر اپنی چادر سے سایہ کر دیا، اس وقت لوگوں کو علم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں، اس واقعہ کے تقریباً چھ سال بعد مقام حدبیہ میں چشم فلک نے اس مناسبت کلی اور مطابقت تامہ کی تیسری حیرت انگیز مثال یہ دیکھی کہ حضرت عمرؓ کے سوالوں کے جو جوابات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائے، بالکل وہی جوابات بغیر کسی رد و بدل کے حضرت ابو بکرؓ کی زبان حق ترجمان سے دیئے گئے، خلاصہ کلام یہ کہ سچے عشق و محبت اور اتباع کامل کے نتیجہ میں محبت و محبوب اور تابع و متبوع کے درمیان بسا اوقات اس قدر یکسانیت اور ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے کہ دیکھنے والوں کی عقلیں حیران اور نگاہیں دنگ رہ جاتی ہیں، بعض صحابہ کرامؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی چال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر مشابہ تھی کہ دیکھنے والوں کو کبھی دھوکا ہو جاتا تھا،

لیکن ظاہر ہے کہ یہ یک انسانیت و مناسبت اتحاد مقام و مرتبہ کی دلیل نہیں ہے، یوں تو صحراء میں ذرہ بھی چمکتا ہے اور آسمان میں آفتاب بھی لیکن ایک کو دوسرے سے کوئی نسبت نہیں، دونوں کے مقام اور اہمیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ذرہ کی تابانی آفتاب کی درخشانی کے تابع اور رہیں منت ہے، مقام و مرتبہ کے اس فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم یہاں یہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ سید احمد شہیدؒ کو مزاج نبویؐ سے ایسی حیرت انگیز مناسبت اور سلوک نبویؐ سے اس قدر مشاہدہ اور قربت حاصل تھی کہ آپ کی رفتار، گفتار، کردار، اندازِ فکر، سلوک، مزاج، اخلاق تھی کہ طریقہ و تدبیر اور ترتیب عمل تک میں سنت نبوی کی چھاپ اور آفتاب نبوت کا پرتو نظر آتا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے دعوت پھر عزیزیت اور اس کے بعد عمل و جہاد سنت نبویؐ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کمک معظمہ میں آیاتِ مکی کے ذریعہ تمام انسانیت کو مخاطب کر کے اپنا پیغام پھوٹھایا، پھر مدینہ منورہ میں ان پہلے اصولوں کو زندہ حقیقت بنانا کر پیش کیا اور خطابِ مومنین سے کیا کہ ان پر اسی نظام کے نفاذ کی ذمہ داری تھی، بعضیہ یہی لائے عمل سید احمد شہیدؒ نے اپنایا، آپ نے اپنی زندگی کے ابتدائی کئی سال ڈھنی فضاتیار کرنے میں صرف کئے اور پھر جہاد کا پرچم بلند کیا، اور بالآخر اللہ کے اس فرمانبردار بندہ نے اپنی زندگی اس کی راہ میں قربان کر کے حیات جاودا نی حاصل کر لی "وَنُهُم مِّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ" اس حقیقت کو حضرت مولانا سید محمد رابع حنفی

ندوی مظلہ العالی نے اپنے شستہ اور رواں انداز میں کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے ”انہوں نے اسلام کے عصر اول کی تاریخ کو اپنا نمونہ بناتے ہوئے حالات کو تبدیل کرنے اور عہد اول کے مسلمانوں کے طرز کو دہرانے کی کوشش کی، اور ترتیب تقریباً وہی رکھی جس کا اعلیٰ نمونہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکی و مدنی زندگی میں ملتا ہے، انہوں نے اولاً عوام کی اصلاح کی کوششوں کا فریضہ انجام دیا جو ععظ و نصیحت اور اخلاق و سیرت کی حکیمانہ تدبیروں کے ذریعہ تھا۔ پھر بھرت کے عمل کو اپنایا، اور پھر مدنی زندگی کے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھتے ہوئے جہاد کا فریضہ انجام دیا۔“

جنگ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی الحاج وزاری اور درود اگنیز دعا کس کو یاد نہیں ہوگی، اب ذرا اس غلام رسول کا طرز عمل بھی دیکھئے، جنگ شید و کاموں کا زور ہے، سید صاحب ننگے سرجنا باری تعالیٰ میں بے پناہ الحاج وزاری کے ساتھ دست بستہ عرض کر رہے ہیں ”اہمیت ہم سب تیرے بندے، ذلیل و خاکسار، عاجزو ناچار ہیں، اور تیرے سوا ہمارا کوئی حامی و مددگار نہیں، محض تیرے ہی فضل و کرم کے امیدوار ہیں، ہم تیری آزمائش اور امتحان کے قابل نہیں، ہماری خطاؤں پر ہمیں مت پکڑ، اپنی رحمت سے معاف کرو اور ہم کو اپنی راہ مستقیم پر ثابت قدم رکھ، اور جو لوگ تیری اس راہ کے مخالف ہیں ان کو ہدایت دے۔ آمین“۔

خبر کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں نے زہر دے دیا تھا، اللہ رب العزت نے اس سچ عاشق رسول کے لئے بھی یہ فضیلت لکھ دی تھی، چنانچہ اسی جنگ شید و میں درابینوں نے آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا، جس سے آپ پر غشی طاری ہو گئی، جب افاقت ہوا تو فرمایا ”ان لوگوں کا زہر دینا بھی حکمت الہی سے خالی نہیں، یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت ہم سے ادا ہوئی“ - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام کا کام شروع کیا تو قرب و جوار کے رو ساء سے صلح اور معاہدہ کر لیا، پھر جب ذرا قوت حاصل ہوئی اور دشمنوں کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو بادشاہوں اور حکمرانوں کو دعویٰ خطوط لکھے، یہی طرز عمل ہمیں سید صاحبؒ کے یہاں بھی ملتا ہے، کہ آپ نے راستے میں بہت سے لوگوں کو صلح کا پیغام دیا اور منزل پر پہنچ کر والیاں ریاست اور سربراہانِ مملکت کو خطوط کے ذریعہ اسلام کی دعوت دی، اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے ترک وطن اور مفارقت احباب و اعزاز کی سنت پر عمل کی سعادت بھی سید صاحبؒ کے نصیب میں آئی، علاوه ازیں بہت سی قولی و فعلی حدیثوں پر آپ نے اس طرح عمل کر کے دکھایا کہ اس کو سوائے توفیق الہی کے کوئی اور نام نہیں دیا جاسکتا، آپ کی عالی ہمتی، سخاوت، شجاعت، حلم، حکمت، توکل علی اللہ، حیا، حیثیت دینی، اعتدال پسندی، فراست ایمانی، عفو و درگذر، دعا و مناجات اور جملہ ذاتی اوصاف و کمالات سنت نبویؐ سے برآہ

راست کشید کر دہ اوصاف نظر آتے ہیں، بقول نواب وزیر الدولہ ”اگر کہا جائے کہ آپ کا وجود صرف اتباع سنت کی نفاستوں کا مجموعہ تھا تو مبالغہ نہ ہوگا۔“ لیکن اگر ان سب امور کا بالتفصیل تذکرہ کیا جائے تو یہ سلسلہ بہت دراز ہو جائے گا اور یہ تحریر مقالہ کی حد سے نکل کر ایک مکمل کتاب کا جنم اختیار کر لے گی، اس لئے ہم ان تفصیلات میں نہ جا کر سید صاحب کے رفیق وہدم مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ کے اس مختصر مگر جامع تبصرہ پر اس گفتگو کو ختم کرتے ہیں، ”حضرت کو پہچاننے کو تھوڑی سی سیدھی عقل اور حدیث سے تھوڑی سی واقفیت چاہئے، اکثر اولیاء کو بعض انبیا کا پرتو عنایت ہوتا ہے، ہمارے حضرت کواللہ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو عنایت کیا اور گروہ پر حضرتؐ کے صحابہ کا پرتو ذالاکہ لوگوں کے دل میں اتباع سنت کی محبت اور ایمان کی غیرت حد سے زیادہ ہوئی اللہ کا دین زیادہ ہونے کے واسطے دل بے قرار ہونے لگا۔“

ختم کدہ احمدی کے ”محرم راز درون میخانہ“ کی حیثیت رکھنے والے اس میخوار بلا نوش کی شہادت کے بعد مزید کچھ عرض کرنے کی نہ ضرورت رہی نہ گنجائش، کیونکہ ”أهل الیت ادری بما فيه“ طاہر ہے کہ سید صاحب کے سفر و حضر کے رفیق کا مشاہدہ اور تجزیہ جتنا قوی، معتبر اور حقیقت پسندانہ ہوگا، سید صاحب سے بالواسطہ متعارف ہونے والے کسی بڑے سے بڑے عالم اور مبصر کا قول اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اس لئے کہ سننے والوں اور دیکھنے والوں کے تجزیہ اور

رائے میں بہت فرق ہوتا ہے ”شنیدہ کے بودمانند دیدہ“ البتہ یہاں ہم یہ ضرور کہنا چاہیں گے کہ سید صاحب کی دوسری تمام خصوصیات بھی اسی ایک مرکزی خصوصیت کا تتمہ اور ضمیمہ ہیں، اب آئندہ ہم بہت ہی اختصار کے ساتھ آپ کی دوسری چند خصوصیات کا تذکرہ کریں گے۔

(۲) ایک صاحب دل صوفی، ایک سر بکف مجاہد: اسلامی تاریخ کے وسیع پس منظر میں دیکھا جائے تو اندازہ ہو گا کہ عشق، علم اور عمل ان تین قوتوں نے ہمیشہ مسلمانوں کی حیات اجتماعی کو تو اتنا بخشی اور انہی کے ذریعہ اسلامی فکر و تمدن کا قافلہ آگے بڑھا ہے، لیکن اکثر ایسا ہوا ہے کہ حالات کے تقاضہ سے یہ مخصوص پس منظر کی وجہ سے ان میں سے کوئی ایک پہلو و سرے پر غالب ہو گیا ہے، چنانچہ اسلام کی تاریخ تجدید و اصلاح کے ارباب عزیمت میں کسی کے یہاں عشق و مستقی و تصوف و تزکیہ کا زور نظر آتا ہے تو کہیں علم و حکمت اور وعظ و تحریر کا رجحان غالب معلوم ہوتا ہے، اور کسی کے دل میں جہاد و عمل چلتا پھرتا نظر آتا ہے، لیکن سید صاحب گفتار دبرانہ اور کردار قاہر انہ کے جامع تھے، ”زم دم گفتگو گرم دم جستجو“ کے عملی پیکر تھے، عشق، علم اور عمل کا حسین امتزاج جس تناسب اور موزونیت کے ساتھ آپ کی شخصیت، آپ کی دعوت اور آپ کی تیار کردہ جماعت میں پایا جاتا ہے، قرن اول کے علاوہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، چنانچہ ایک طرف آپ کے حلقة ارادت میں مولانا شاہ سید اسماعیل شہید اور

مولانا عبدالحی بڈھانوی جیسے صاحب علم و صاحب قلم علماء و عقلاء تھے تو دوسری طرف حاجی عبد الرحیم ولایتی اور میاں محمد حسین جیسے صاحب دل و صاحب حال صوفیہ والیاء تھے، اور آپ کے تمام متعلقین و مریدین کا جذبہ جہاد اور شوق شہادت تو قدر مشترک تھا، گویا سید صاحب اور آپ کے فیض یافتگان بظاہر متضاudu نظر آنے والی ان تین صفات کا حسین سکم تھے۔

اس موقع پر اپنے دعوے کی تصدیق کے لئے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسni ندوی کی یہ تحریر پیش کرنا شاید بے محل نہ ہوگا۔ ”سید صاحب نے جو مبارک جماعت تیار کی، اس کی خصوصیات میں سب سے نمایاں اور لائق ذکربات اس کی جامعیت ہے، اس میں جہاد اصغر (تزکیۃ نفس) بھی تھا، اور جہاد اکبر (جہاد و قال) بھی، خدا سے محبت بھی، خدا کا خوف بھی، خدا کے لئے محبت بھی، خدا کے لئے نفرت بھی، زہد و عبادت بھی اور دینی حمیت اور اسلامی غیرت بھی، توار بھی اور قرآن بھی، عقل بھی اور جذبات بھی، گوشہ مسجد میں تسبیح و مناجات بھی اور گھوڑے کی پیٹھ پر تکبیر مسلسل بھی، یہ وہ صفات و مکالات ہیں جو اکثر سوانح نگاروں کی نظر میں ایک دوسرے سے متضاد اور متضاد نظر آتے ہیں، لیکن یہ سب درحقیقت صحیح دینی فہم اور دینی شعور کا کرشمہ تھا جو سید صاحب کی شخصیت اور صحیح تربیت کی وجہ سے جماعت مجاہدین میں پختہ اور رائخ ہو چکا تھا اور زندگی کے سارے شعبوں پر حاوی تھا۔“

(۳) جو ہر شناسی اور غیر معمولی تنظیمی صلاحیت: کسی جماعت کی کامیاب قیادت و تنظیم کے لئے جو ہر شناسی کی صفت از حد ضروری ہے، سید صاحب کی کامیابی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ آپ لوگوں کی صفات اور صلاحیتوں کو پہچانے اور ان کو مناسب طریقہ سے مناسب جگہ استعمال کرنے کی بے مثال صلاحیت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے مختلف علاقوں سے آنے والے مختلف مزاج، مختلف خاندان، مختلف پس منظر، مختلف زبان اور مختلف عادات و اطوار رکھنے والے لوگوں کو اس خوبی و سلیقہ مندی سے ایک لڑی میں پروردیا کہ سب ایک جان دو قالب معلوم ہوتے تھے، اور مختلف رنگ اور جدا گانہ خوبصور کھنے والے پھولوں کا ایک ایسا لاکش گلددستہ تیار کر دیا کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے، جو ہر شناسی ایسی تھی کہ آپ خود فرماتے تھے کہ مجھے خدا نے تین چیزوں کی پہچان عطا کی ہے، ایک گھوڑے، دوسرے تلوار اور تیسرا آدمی۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں چہرہ دیکھ کر پہچان لیتا ہوں کہ یہ مومن ہے بلکہ جوتا بھی دیکھ لوں تو بتا دوں گا کہ یہ مومن کا جوتا ہے، چنانچہ آپ جماعت کے افراد میں سے جس فرد میں جو نمایاں خصوصیت و استعداد دیکھتے اسی کے مطابق خدمت اس کے پرورد فرماتے اور اس کی ہمت افزائی فرماتے تھے، جماعت کے بعض ممتاز افراد کو آپ نے جہاد بالسیف کے بجائے تبلیغ و دعوت اور اصلاح و تربیت پر مامور فرمایا، بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کا یہ اقدام صدیقہ درست

تھا، ان لوگوں سے لاکھوں بندگان خدا کو پڑایت نصیب ہوئی۔

سید صاحب کی اس غیر معمولی خصوصیت کے متعلق مولانا سید محمد حمزہ حنفی اپنی کتاب ”تذکرہ حضرت سید احمد شہید“ میں لکھتے ہیں کہ ”حضرت سید صاحب کا سب سے عہد آفریں کارنامہ اور کرامت آپ کی تربیت کی ہوئی وہ جماعت تھی جس کی مثال اتنی بڑی تعداد اور اس جامعیت و کاملیت کے ساتھ نیز القرون کے بعد نظر نہیں آتی، یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ یہ جماعت مجاہدین تیر ہوں صدی میں صحابہ کرام کا نمونہ تھی، یہ لوگ عقائد، اعمال و اخلاق، اتباع سنت، شریعت کی پابندی، عبادت و تقویٰ، سادگی اور ایثار، خدمت خلق، غیرت دینی، حمیت اسلامی، صبر و استقامت اور شوق شہادت میں مہاجرین و انصار کا نمونہ اور نقش قدم تھے۔“

(۲) دینی غیرت اور شرعی حمیت: حضرت علیؑ اللہ کے رسول ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”مارا یتہ منتصرًا من مظلومة ظلمها قط مالم ینتهک من محارم الله تعالى شيء، فإذا انتهک من محارم الله تعالى کان من أشد هم غضباً“ یہ صفت بہت مشکل سے پیدا ہوتی ہے کہ آدمی اپنی ذات کے تعلق سے روادار اور حلیم ہو اور اللہ کی شریعت کے تینیں بے انتہا با غیرت و با حمیت ہو، لیکن سید صاحب کے اندر یہ صفت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی، آپ حلقة یاراں میں رسم کی طرح نرم اور رزم حق و باطل میں فولاد

سے زیادہ سخت نظر آتے تھے، ایک طرف اس درجہ حلیم و بردبار تھے کہ نواب امیر خاں کے لشکر میں ایک مرتبہ ایک پٹھان نے آپ کو غلط فہمی میں چور سمجھ کر پکڑ لیا، آپ بہت دیر تک نرمی سے اسے سمجھاتے رہے کہ جناب آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے لیکن اس نے ایک نہیں سنی بلکہ اس کا جوش اور غصب بڑھتا ہی گیا، آپ کے رفیقوں کو خبر ہوئی تو وہ تکواریں اور بندوقیں لے کر دوڑے ہوئے آئے، یہ صورت دیکھ کر پٹھان کا رنگ فق ہو گیا، آپ نے اس سے فرمایا کہ فصل میں چھپ جاؤ اور ساتھیوں کو واپس لے گئے لیکن دوسری طرف حیا اور انتہائی مردود کے باوجود شریعت کے معاملہ میں آپ انتہائی غیور اور حساس تھے اور دینی حمیت و غیرت کا یہی وہ جو ہر ہے جس نے آپ کو اسلام کی حمایت و نصرت، بے کس مسلمانوں کی امداد اور جہاد فی سبیل اللہ پر آمادہ کیا اور آپ وعظ و تبلیغ اور سلوک و ارشاد پر قانع نہ رہ سکے اور بالآخر اسی راہ میں آپ نے جان دے دی۔

(۵) ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز: حضرت سید احمد شہید گی پوری مجاہد انہ زندگی صرف رضاۓ الہی اور حصول ثواب کے لئے تھی، آپ نے کبھی شہرت و ناموری کی تمنا یا نام و دولت کی طمع نہیں کی، اخلاص و عظیم دولت ہے جو انسان کو دو عالم سے بیگانہ اور احساس سودوزیاں سے بے نیاز کر دیتی ہے، یہ وہ پہلی بُنیاد ہے جس پر سارے اعمال کا دار و مدار ہے، اخلاص جس درجہ کامل ہو گا عمل اسی درجہ مفید اور نتیجہ خیز ہو گا، مذہب اسلام میں ہر عمل کی ابتداء "إنما

الأعمال بالنيات” سے ہوتی ہے، سید صاحب کی ممتاز ترین خصوصیت جس سے آپ کی زندگی کا ہر شعبہ اور آپ کی خدمات کا ہر باب روشن و منور ہے آپ کی بے لوث خدمات، مخلصانہ جذبہ جہاد اور بے مثال اخلاص و خلوص ہے۔ اسی حقیقت کو حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسni ندوی کے گوہ بار قلم سے ان کے مخصوص انداز میں ملاحظہ فرمائیں ”مجاہد بکیر، مجدد اسلام حضرت سید احمد شہید“ ہماری طویل و عریض تاریخ کے ان یگانہ و منتخب افراد امت میں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان و احتساب، رضائے الہی و ثواب اخزوی کے شوق و یقین کی دولت خاص سے نوازا تھا اور ریا و حب جاہ کی آلاتشوں سے ان کے دلوں کو پوری طرح پاک و صاف کر دیا تھا اور جن کی نگاہ میں دنیا اور اس کی زیب و زینت اور جاہ و منصب کی قیمت مور و مگس اور خار و خس سے زیادہ نہ تھی۔ ایک موقع پر جب سید صاحب حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، کلکتہ کے ایک بہت بڑے تاجر نے آپ سے عرض کیا کہ آپ جس جہاز سے جا رہے ہیں وہ بہت معمولی قسم کا جہاز ہے مناسب یہ ہے کہ آپ ”عطیۃ الرحمن“ نامی جہاز سے تشریف لے جائیں اس لئے کہ اس پر ساٹھ ضرب توب چڑھی ہے۔ محمد حسین ترک اس کا ناخداء ہے اور وہ چالیس جہازوں کا کپتان ہے۔ آپ اس پر سوار ہوں جس وقت آپ ملک عرب پہنچیں گے وہاں کے لوگ آپ کی عزت و حرمت کریں گے۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے متغیر ہو گیا، فرمایا کہ

غلام حسین خاں! یہ تم نے کیا کہا؟ عزت و حرمت تو خدا کے طرف سے ہوتی ہے بندے کی طرف سے نہیں، ہم دنیا کی قدر و منزلت کو ایسا جانتے ہیں جیسے سڑا کتا۔ اسی اخلاص اور اہل دنیا کی تعلیم اور شہرت و ناموری سے اجتناب اور کراہت کی وجہ سے انہوں نے یہ دعا کی کہ مرنے کے بعد ان کی قبر کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ چنانچہ یہ دعا پوری ہوئی اور اس کا اندیشہ ہی نہ رہا کہ ان کی قبر زیارت گاہ خلافت بنے۔“

خاتمه:

پیکر صدق و صفا اور صاحبِ حلم و حیا  
معدنِ عدل و ورع اور مصدرِ جود و سخا

ہم حضرت سید احمد شہیدؒ کی نمایاں دعویٰ خدمات اور امتیازی خصوصیات پر ان چند الفاظ کا اختتام بطور مسکِ ختم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندویؒ کی اس جامع تحریر پر کرنا چاہتے ہیں جس میں انہوں نے اس بندہ مولا صفات کی خدمات و خصوصیات کے بھرپور احوال کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ عقیدت و محبت کے کوزے میں بند کر دیا ہے، حضرت مولانا رقم طراز ہیں ”آپ نے تھوڑے زمانے میں ایک دینی فضا قائم کر دی اور ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کی صحیح تاریخ یہ ہے کہ وہ تیرھویں صدی میں صحابہ کرامؐ کا نمونہ تھے، ایک رنگ میں رنگے ہوئے، ایک سانچے میں ڈھلنے ہوئے، اللہ کے لئے جان دینے

والے، شریعت پر جینے اور مرنے والے، بدعت سے نفور، شرک کے دشمن، جہاد کے نشہ میں سرشار، متقی و عبادت گزار، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمگ و یک آہنگ، تاریخِ اسلام میں ایک جگہ اتنی بڑی تعداد میں اس پختگی اور جامعیت کی کوئی جماعت صحابہؓ و تابعین کے بعد مشکل سے ملے گی، کیفیاتِ ایمانی کے جاں نواز جھونکے تاریخِ اسلام میں بارہا چلے ہیں لیکن ایمان و یقین اور خلوص ولہبیت کی ایسی بادی بہاری ہمارے علم میں کم سے کم اس ملک میں اس سے پہلے نہیں چلی، نہ اس سے پہلے اتنے بڑے پیمانہ پر عزم و توکل، جوشِ جہاد، ایمان و احساب، شوقِ شہادت اور یقین آخرت کے ایسے نمونے دیکھنے میں آئے، آدم گری اور مردم سازی، اصلاح و انقلاب کے ایسے محیر العقول واقعات بھی اصلاح و تربیت کی تاریخ میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔

ان آخری صدیوں میں ہم کو دنیائے اسلام میں کسی ایسی مذہبی تحریک کا علم نہیں ہوا، جو ہندوستان کی اس تحریک احیائے سنت و جہاد سے زیادہ منظم و وسیع ہو اور جسکے سیاسی اور مذہبی اثرات اتنے ہمہ گیر اور دور رس ہوں، ہندوستان کی کوئی اصلاحی جدوجہد اور مسلمانوں کی کوئی سیاسی تحریک ایسی نہیں جو اس تحریک سے متاثر نہ ہو، واقعہ یہ ہے کہ اس بر صغیر میں موجودہ اسلامی زندگی، مذہبی اصلاح، مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور ملک میں مسلمانوں کے وجود کی اہمیت اور ان کا سیاسی وزن بڑی حد تک اسی طویل جہاد کا رہیں ملت ہے۔ **وَمَا تُوفِيقٰ إِلَّا بِاللّٰهِ**

## مراجع و مصادر

- (۱) قرآن مجید
- (۲) صحیح بخاری
- (۳) منhad
- (۴) کنز العمال
- (۵) الدر المختار
- (۶) شاہنہ ترمذی
- (۷) سیرت سید احمد شہید از حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنه ندوی
- (۸) تحریک سید احمد شہید، مؤلفہ حضرت مولانا غلام رسول مہر
- (۹) جب ایمان کی باد بہاری چلی از حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنه ندوی
- (۱۰) تحقیق و انصاف کی عدالت میں ایک مظلوم مصلح کا مقدمہ، مؤلفہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنه ندوی
- (۱۱) مقدمہ مشہد بالاکوٹ از حضرت مولانا سید محمد رابع حسنه ندوی دامت برکاتہم
- (۱۲) حضرت سید احمد شہید کی تحریک اصلاح و جہاد اور اسکے عینق و وسیع اثرات، از فاضل گرامی پروفیسر خلیفہ احمد ناظمی
- (۱۳) تذکرہ حضرت سید احمد شہید از مولانا محمد حمزہ حسنه۔

